بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ

یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (یو کے)

15 Stanley Avenue, Wembley , UK , HA0 4JQ

امام اور ناظم 020 8903 2689 — صدر 020 8524 8212

سیکریٹری 01753 692654 — دارالکتب 01753 675182

email: AAII@saziz.globalnet.com — Fax: 0870 131 9340

بلٹن جون ۲۰۰۳ء

جون میٹنگ

السلام علیکم ۔ مہربانی فرما کر جماعت کی ہر میٹنگ میں خود شامل ہوں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی ساتھ لائیں ۔

جائے وقوع:۔ دارالسلام

تاریخ:۔ ۱ جون ۲۰۰۳ء

وقت:۔ ۳ بجے سہ پہر

موضوع:۔ 'وَ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ ۔ ۔ ۔' (آلعمران، ۱۶۸)

شاہد عزیز

با قاعدہ سرگرمیاں

درسِ قرآن: ہر جمعہ شام ۲:۳۰ بجے

میٹنگ منتظمہ: ہر ماہ کی پہلی اتوار شام ۲ بجے

ماہوار اجلاس: ہر ماہ کی پہلی اتوار شام ۳ بجے

فہرست مضامین

اخبار احمدیہ — صفحہ ۱

راجِ برطانیہ و مسلمانانِ ہند — صفحہ ۲
ڈاکٹر زاہد عزیز

افکارِ نورالدین اعظم — صفحہ ۴

ابتدائی تعلیمات اسلام — صفحہ ۵
ڈاکٹر زاہد عزیز

کیا قرآن میں کوئی تضاد ہے؟ — صفحہ ۵
ندیم قریشی

اخبار

تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر خوشی ہو گی کہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب یکم مارچ ۲۰۰۳ء سے ایبٹ آباد سے لاہور تشریف لا چکے ہیں ۔ اب وہ روزانہ دفتر انجمن لاہور (دارالسلام) میں صبح ۸:۳۰ سے ۲:۳۰ بعد دوپہر تک موجود ہوتے ہیں ۔ پشاور، سرائے نورنگ، راولپنڈی، اوکاڑہ، سرگودھا چک ۸۱ اور خوشاب کی جماعتوں کی دورہ کر چکے ہیں ۔ عنقریب وہ ملتان کی جماعت کا بھی دورہ کریں گے ۔ اُنہوں نے اس امر کی خواہش ظاہر کی ہے کہ احباب و خواتین جماعت اپنی تمام تجاویز، مسائل سے اُن کو براہ راست آگاہ کریں ۔ آپ ٹیلیفون نمبر ۵۸۶۲۹۵۶، فیکس نمبر ۵۸۳۹۲۰۲ اور ای میل aaii:go.net.pk پر اُن سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں ۔ اگر آپ اُن سے ملاقات کے خواہشمند ہوں تو اطلاع دے کر اور وقت مقرر کر کے اُنہیں مل سکتے ہیں ۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ جات کی رپورٹ

حضرت امیر قوم ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب نے صوبہ سرحد کی جماعتوں کا دورہ ۱۹ تا ۲۱ جنوری ۲۰۰۳ء کیا ۔ دورہ رابطے انتظامی، اور روحانی ضرورتوں کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ۔ دورہ کا آغاز پشاور کی سفید ڈھیری جماعت سے ہوا ۔ حضرت امیر دن کے بارہ بجے یہاں پہنچے ڈاکٹر عبداللہ جان صاحب اور سردار علی صاحب نے آپ کا استقبال کیا ۔ حضرت امیر کی تواضع چائے سے کی گئی ۔

اس کے بعد حضرت امیر کو سفید ڈھیری کی تاریخی جامعہ دکھائی گئی جو ۱۹۳۵ء میں پشاور جماعت کے بزرگوں نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کی ۔ اس جامعہ میں پشاور یونیورسٹی کے سابقہ چانسلر Mr Wholesworth تشریف لائے اور تقریر بھی کی ۔ قاضی عبدالرشید صاحب نے اُن کے جواب میں تقریر کی اور اُس وقت کے بزرگوں نے چانسلر صاحب کو مولانا محمد علیؒ کا انگریزی ترجمۃ القران تحفے میں دیا تھا ۔

سفید ڈھیری کے احباب کافی عرصہ سے جامعہ سے ملحقہ رقبہ پر نئی جامعہ تعمیر کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ پُرانی جامعہ کو بھی مرمت و تزئین کرانا چاہتے ہیں ۔

حضرت امیر نے تحریک کی کہ جلد از جلد جامعہ کی تعمیر کا کام شروع کیا جائے ۔ نیز پرانی جامعہ کو خواتین کے استعمال کے قابل بنایا جائے اور یہاں اعلیٰ ساؤنڈ سسٹم نصب کیا جائے ۔

حضرت امیر نے سفید ڈھیری کے احباب سے جامعہ کی تعمیر کا کام شروع کرنے کے لئے کہا اور مرکز کی طرف سے امداد کی یقین دہانی کروائی ۔

سفید ڈھیری کے احباب نے نہایت محبت و عقیدت سے حضرت امیر کا شکریہ ادا کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ یہ سعادت خود ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ حضرت امیر نے

جماعت کے جذبہ کو سراہا اور جامعہ کی تحریک کو تقویت دینے کے لئے 5000 روپے ادا کئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ۲ لاکھ روپے کی رقم جمع ہوگئی جس میں سے کچھ نقد اور کچھ وعدہ جات شامل ہیں۔ حضرت امیر نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جامعہ سالانہ دُعائیہ سے قبل تعمیر ہونی چاہیے۔اس کارِخیر میں بچوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

حضرت امیر نے جماعت سفید ڈھیری کو تجاویز دینے کی پیشکش کی۔کہ وہ بتائیں کہ ہم جماعت کو کیسے چلائیں۔ جماعت کے بزرگوں نے کہا کہ جماعت قربانیوں سے چلتی ہے۔ جب تک ہم قربانیاں نہیں دیں گے جماعت آگے ترقی نہیں کرے گی۔ لوگ جماعت سے توقعات کرنے کی بجائے اس میں حصہ لیں تو ترقی ممکن ہے۔احباب جماعت نے حضرت امیر قوم کی ذاتی دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کی مثال قربانی کی اعلیٰ مثال قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس سے جماعت کو ایک اچھا نمونہ مِلا ہے۔لہذا انشاء اللہ یہ جماعت ترقی کرے گی۔ کچھ احباب نے دعائیہ کی تقاریر اور اخراجات وغیرہ کا ریکارڈ رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ کچھ احباب نے تربیت یافتہ عالم دین کے تقرر کا مشورہ دیا۔ صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے شہادت کے سو سال پورے ہونے پر تقریب کے انعقاد کا مشورہ دیا۔ اسی طرح ایک مشورہ دیا گیا کہ دعائیہ اور تربیتی کلاس ایک ساتھ منعقد ہونے چاہیں۔ ایک صاحب نے مشورہ دیا کہ ان جماعتوں مثلاً پشاور، شیخ محمدی، سفید ڈھیری اور بنوں کے احباب میں سے سالانہ دعائیہ پر مقررین آنے چاہیں۔ حضرت امیر نے جماعت کے احباب کے مشوروں کو سراہا اور اُن پر حتی الامکان عملدرآمد کرانے کا یقین دلایا۔ نیز آپ نے محترمہ رضیہ مدد علی صاحبہ کی تجویز جماعت سفید ڈھیری تک پہنچائی کہ وہ خواتین کو جمعہ اور تقاریب میں لایا کریں تاکہ خطبوں کے قیمتی الفاظ خواتین کے کانوں میں پڑیں۔ نیز جماعت سفید ڈھیری بیان القرآن، صحیح بخاری، ملفوظات کا درس بعد از مغرب نماز روزانہ شروع کرے۔آپ نے لوگوں کو مثال دی کہ وہ خود کسی مدرسہ یا مکتب سے تعلیمیافتہ نہیں بلکہ self study سے مبلغ بنے۔ انفرادی مسائل پر آپ نے کہا کہ ہم سب بھائی ہیں اور ایک لیڈر کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ سب کو ساتھ لے کر چلے۔ جن لوگوں سے بعض احباب کو شکایت ہے اُن کی اصلاح کرنے کی کوشش کی جائے۔آپ نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی شہادت کی برسی منانے کیلئے ۱۳ جولائی ۲۰۰۳ء کی تاریخ مقرر کی۔ نیز تربیتی کلاس بھی اِسی دِن شروع کی جائے گی۔

آپ نے وعدہ کیا کہ تربیت تافتہ ماہر مبلغین وقتاً فوقتاً جماعتوں کا دورہ اور اُن کی راہنمائی کریں گے۔نیز اپنے اندر سے والنٹیر بھی دیں جو مبلغ بننے کے لئے تیار ہوں۔آپ نے کسی وجہ سے ناراض اور خاموش اور کسی لحاظ سے کمزور احمدیوں کی زیادہ سے زیادہ امداد اور اُن سے مضبوط روابط بنانے پر زور دیا۔ اس کے بعد دُعا ہوئی۔ ڈاکٹر عبداللہ جان صاحب نے ایک اعلیٰ ضیافت کا بندوبست کیا ہوا تھا۔شام ۳۰:۴ کے قریب ۱۹ جنوری کو ڈی ایس پی جناب بشیر احمد صاحب کے گھر حضرت امیر مُلاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ یہاں پشاور مرکزی جماعت کے اکثر احباب تشریف فرما تھے۔داتا کی بزرگ شخصیت محترم ماسٹر ابراہیم صاحب داتوی والد جناب بشیر احمد صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ یہاں ملاقات پر روحانیت کا رنگ غالب رہا۔ ماسٹر صاحب محترم نے نہایت ہی بزرگانہ نصائح سے فیض یاب کیا۔ آپ کی پُرحکمت گفتگو سے ہر ایک دل میں نیکی کی تڑپ ابھری۔ آپ کی گفتگو کا نچوڑ یہ تھا کہ نیکی کو ڈھونڈ کر کرو۔ خواہشات نفسانی پر غلبہ پاؤ اور آپس میں بے پناہ محبت رکھو۔ تو دنیا پر غلبہ پا جاؤ گے۔ حضرت امیر نے احباب جماعت سے ترقی کے لئے تجاویز طلب کیں۔ احباب نے دوسروں خصوصاً اپنوں میں اچھائیاں تلاش کرنے اور دوسرے لوگوں کیلئے منعفت بخش بننے، عفو و درگزر سے کام لینے، تعمیری رویہ اپنانے کو ترقی کا بنیادی ستون قرار دیا۔ نیز نوجوانوں کی فرسٹریشن دور کرنے کیلئے، اُن کی فلاح و بہبود کے پروگرام بنانے پر زور دیا۔ پڑھائی اور نوکری کے مسائل حل کرنے سے نوجوان جماعت سے بھاگیں گے نہیں۔ یہاں بہت عمدہ چائے سے تواضع کی گئی۔تصاویر اور فلم بنائی گئی۔ احباب مل کر شیخ محمدی کی جامعہ سے حضرت امیر کے ساتھ روانہ ہوئے۔

راجِ برطانیہ و مسلمانانِ ہند

حضرت مرزا غلام احمد صاحب، بانی سلسلہ احمدیہ، اور جماعت احمدیہ پر اکثر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ ہندوستان میں برطانوی راج کی حمایت کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو انگریزوں نے اس لئے کھڑا کیا تھا کہ وہ تصورِ جہاد کی نفی کر کے مسلمانانِ ہند کو انگریزوں کا مطیع کردیں۔ تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ اگر مرزا غلام احمد نہ ہوتے تو مسلمانوں نے دونوں ہاتھوں میں تلواریں لے کر نکل جانا تھا اور تلوار کے زور پر انگریزوں کو ہندوستان سے نکال کرنا تھا۔

یہاں ہم جماعت احمدیہ یوایس کی ویب سائٹ سے کچھ مواد پیش کرتے ہیں جو دکھاتا ہے کہ اُس وقت قریباً قریباً سب مسلمان لیڈر انگریزوں کی حمایت کرتے تھے اس لئے کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو اُس ظلم وستم کے خلاف تحفظ دیا جو انگریزوں کی غیر موجودگی میں ہندوں کا اکثریتی گروہ اُن پر کرتا۔

سر محمد اقبال

پہلے واقعے کا تعلق علامہ سر محمد اقبال سے ہے جنہیں مصور پاکستان کہا جاتا ہے اور جن کی دانش کو تخیل پاکستان کی قوت سمجھا جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل واقعہ دکھاتا ہے کہ کس طرح اقبال نے اپنے دورہ لندن ۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۲ کے دوران مسلمانانِ ہند پر برطانوی راج کی حمایت کی۔ اقبال نے کہا کہ انہوں نے کبھی حکومتِ برطانیہ سے باہر مسلمانوں کے لئے الگ ریاست کا مطالبہ نہیں کیا۔

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں ہونے والی مسلم لیگ کی کانفرنس کے

سامنے جو تقریر کی وہ برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ پہلا موقع تھا جب کہ یہ تجویز پیش کی گئی کہ مسلمانانِ ہند کے اکثریتی صوبوں پر مشتمل ایک الگ حکومت قائم کی جائے اور بعد میں اِسی نے پاکستان کی شکل اختیار کر لی۔

لیکن اس تقریر کے بعد بھی (تقریر سے پہلے کا تو ذکر ہی چھوڑیں) اقبال انگریزوں کے ہندوستان کے مسلمانوں پر راج کی حمایت کرتے رہے۔

ذیل میں اقبال کا ایک خط پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے ٹائمز کو اُس وقت لکھا جب وہ ۱۹۳۱ء میں لندن تھے اور جو ٹائمز نے اپنی ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں صفحہ نمبر ۸ پر شائع کیا۔ اس خط کا مضمون Letters and Writings of Iqbal میں جو کہ اقبال اکیڈمی پاکستان نے لاہور سے ۱۹۶۷ میں شائع کی تھی میں بھی چھپا ہے (صفحہ ۱۱۹۔ ۱۲۰)۔ یہ مندرجہ ذیل ہے:

'جناب عالی آپ کے ۱۳ اکتوبر کے شمارے میں لکھتے ہوئے ڈاکٹر ای ٹومسن نے آل انڈیا مسلم لیگ کو میرے پچھلے دسمبر کے صدارتی خطاب سے مندرجہ ذیل حصہ سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کیا ہے تا کہ یہ 'پین اسلامک' سکیموں کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جائے۔

میں یہ چاہوں گا کہ پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست میں جمع کر دیا جائے۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ خود مختاری، چاہے وہ سلطنت برطانیہ کے اندر ہو یا اُس سے باہر، لیکن شمال مغربی ہندوستانی مسلمانوں پر مشتمل ایک ریاست مسلمانوں کا مقدر ہے، کم از کم وہ جو شمال مغرب ہندوستان میں رہتے ہیں۔

کیا میں ڈاکٹر ٹومسن کو بتا سکتا ہوں کہ تقریر کے اس حصے میں میں نے سلطنت برطانیہ سے باہر ایک مسلمان ریاست کا مطالبہ پیش نہیں کیا بلکہ مستقبلِ بعید میں اُن زبردست قوتوں کے جو مسلمانوں کے مقدر کو شکل دے رہی ہیں ممکنہ نتائج کا اندازہ لگایا ہے۔ کوئی بھی مسلمان جو ہوش و حواس رکھتا ہے وہ شمال مغربی ہندوستان میں برطانوی دولتِ مشترکہ سے باہر ایک مسلمان ریاست یا ریاستوں کے متعلق بطور قابلِ عمل سیاست کی ایک سکیم کے سوچ بھی نہیں سکتا۔

گو میں مرکزی پنجاب میں نسلی جھگڑوں کا ایک اور مرکز بنانے کا مخالف ہوں، جیسا کہ کچھ جوشیلوں کی تجویز ہے۔ میں ہندوستان کی تنظیمِ نو، اُنہی خطوط پر جس کی حمایت نہرو اور سائمن رپورٹوں نے کی ہے، جس میں صوبوں میں کسی ایک گروہ کی موثر اکثریت ہو کا حامی ہوں۔ مسلمان صوبوں کے متعلق میری تجویز اس ہی تصور کو آگے بڑھاتی ہے۔ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر مطمئن و منظّم مسلمان ریاستوں کا سلسلہ ہندوستان اور سلطنتِ برطانیہ کے لئے ایشیائی بلندیوں کے بھوکوں کے خلاف فصیل کام دے گا۔

آپ کا مخلص

محمد اقبال

سینٹ جیمز کورٹ ایس ڈبلیو، اکتوبر ۱۰

جیسا کہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اقبال یہ سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر ایڈورڈ ٹومسن نے اُن کی تقریر کو غلط انداز میں پیش کیا ہے اور وہ اس کا جواب دے رہے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی سلطنت برطانیہ سے باہر ایک آزاد مسلمان ریاست کا مطالبہ نہیں کیا۔ اور یہ بھی کہ وہ ریاست یا ریاستیں جو اُن کے خیال میں ہیں وہ سنٹرل ایشیاء سے حملے کے خلاف سلطنت برطانیہ کی فصیل ہوں گی۔

۱۹۳۲ء میں لندن میں تقاریر

اگلے سال، ۱۹۳۲ء میں، اقبال تیسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس جو کہ ہندوستانی لیڈروں اور برطانوی حکومت کے درمیان ہوئی، کے سلسلے میں پھر لندن آئے۔ ۲۴ نومبر کو اُن کے اعزاز میں دیئے گئے ایک استقبالیہ میں جو کہ ممبران برطانوی پارلیمنٹ اور بہت سے ممالک کے ڈپلومیٹوں نے دیا تھا ایک مختصر تقریر کی۔ جو اُنہوں نے اِن الفاظ میں ختم کی:

''مسلمان حوصلہ مند ہیں اور اُنہوں نے برطانیہ عظمٰی کے لئے ہمیشہ وفاداری اور چاہ دکھائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ مسلمانوں کے جائز مطالبات اور تمناؤں کا آخری تصفیے میں تحفظ کیا جائے گا۔'' (اقبال کے خطوط و تحریرات، صفحہ ۷۰)

ایک ایسا ہی فنکشن ۱۵ دسمبر میں ہاؤس آف پارلیمنٹ کے ایک کمرے میں منعقد کیا گیا جہاں غیر ملکی سفارتکاروں اور ممبران ہاؤس آف کومنز اور لورڈز کو اقبال اور دیگر مسلمان مندوبین سے متعارف کرایا گیا۔ اقبال نے مسلمانوں کے کیس کا خلاصہ پیش کیا اور اپنی تقریر اِن الفاظ پر ختم کی:

''اسلئے میں ادب سے گذارش کرتا ہوں کہ جو مطالبات مسلمانانِ ہند نے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں وہ آپ کے قابل غور ہیں کیونکہ ایک طاقتور ہندوستان ہمیشہ کے لئے اُس مسئلے کو حل کر دے گا جو کہ آج کل سیاست میں سب سے اہم ہے اور وہ مسئلہ مغرب و مشرق کے مابین تعاون ہے۔ ہندوستان مغرب اور مشرق کے بیچ واقع ہے اور اگر مسلمانوں کو موقع دیا جائے تو انگلستان کی مدد کے ساتھ وہ ایشیا اور انگلستان دونوں کے عوام کی خدمت کر سکتے ہیں۔''

یہاں اقبال اس بات کے موید ہیں کہ مسلمان انگلستان کے تعاون سے کام کریں اور اس طرح، ایشیاء کے علاوہ، انگلستان کے عوام کی خدمت بھی کریں۔

مولانا ظفر علی خان

دوسرے واقع کا تعلق اُس ایک آرٹیکل سے ہے جو کہ دی اسلامک ریویو کے شروع کے شماروں میں مولانا ظفر علی نے لکھا۔ (مولانا ظفر علی خان تقسیم سے قبل ہندوستان میں اردو کے مشہور اخبار نویس اور اخبار زمیندار کے ایڈیٹر تھے اور وہ مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔

'ہال آف فیم' ویب پیج پر جو کہ ویب سائٹ Muslimindia.com کا حصہ ہے اُن کا نام درج ہے)

سید امجد علی جو کہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۷ء تک پاکستان میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور جو تقسیم سے پہلے پنجاب میں مسلمانوں کی سیاست میں سرگرم تھے اُن کے متعلق لکھتے ہیں:

’’۔ ۔ ۔ وہ اردو اخبار نویسی کے بانی تھے ۔ ۔ ۔ اخبار زمیندار، اُس زمانے میں جب ظفر علی خان اُس کے مالک اور ایڈیٹر تھے، مسلمانوں کا خاص اردو اخبار تھا‘‘

مولانا ظفر علی کا یوم ولادت پاکستان میں منایا جاتا ہے۔ اس سال کی تقریبات کی رپورٹ ۲۵ جنوری ۲۰۰۳ء کے انگریزی اخبار ڈان میں دیکھیں۔

۱۹۲۰ء سے پہلے مولانا ظفر علی ووکنگ مسلم مشن (انگلستان) کی مساعی میں حضرت خواجہ کمال الدینؒ کے موید تھے۔ لیکن تیسویں دھائی میں وہ مخالف ہو گئے اور اپنے اخبار میں احمدیت کے خلاف ایک زبردست معاندانہ مہم چلائی۔ (اُن کی معاندانہ تحریرات کے لئے کتاب The Founder of the Ahmadiyyaa Movement کے باب ۱۱ اور ۱۲ دکھیں کتاب)

اسلامک ریویو کے پہلے شمارے میں، جس کی تاریخ فروری ۱۹۱۳ء تھی، اور جو حضرت خواجہ کمال الدینؒ کا جاری کردہ ماہوار رسالہ تھا جسے وہ ووکنگ (انگلستان) سے شائع کرتے تھے مولانا ظفر علی کا ایک مضمون ہے۔ اس کے مُخاطب انگریز عوام ہیں اور مضمون ہندوستان کے مسلمانوں کے دِل میں دوسرے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کی مشکلات کے سلسلے میں ہمدردی کا ہونا ہے۔ اس مضمون کی تصویر ساتھ دی گئی ہے۔

نوٹ کریں کہ مولانا ظفر علی خان اپنا بیان اپنے متعلق اِن الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

’’ایک برطانوی ہندوستانی مسلمان جس کو فخر ہے کہ وہ اس شاہی سلطنت کو اس نظر سے دیکھتا ہے ۔ ۔ ۔ کہ ایک سیاسی نظام جس میں مسلمانوں کو اتنی ہی دِلچسپی ہے جتنی انگریزوں کو‘‘

اس کے بعد دوسرے پیرے کو وہ اس شروع کرتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان حکومتِ انگریزی کو کس نظر سے دیکھتے ہیں:

’’ایک خدائی نظام‘‘ دوسرے الفاظ میں یہ نظام خدا نے نازل کیا اور اُسی نے قائم کیا۔ اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ یہ ’مسلمانوں کے لئے ایک مسلمان حکومت کا اچھا مُتبادل ہے‘

فرمودات

حضرت حکیم مولانا نور الدین

آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ تمہارا اعتصام حبل اللہ کے ساتھ ہو۔ قرآن تمہارا دستور العمل ہو۔ باہم کوئی تنازع نہ ہو کیونکہ تنازع فیضانِ الٰہی کو روکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم جنگل میں اِسی نقص کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے احتیاط کی اور وہ کامیاب ہو گئے۔ اب تیسری مرتبہ تمہاری باری آئی ہے۔ اس لئے چاہیے کہ تمہاری حالت اپنے امام کے ہاتھ میں ایسی ہو جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تمہارے تمام ارادے اور خواہشیں مردہ ہوں اور تم اپنے آپ کو

(28)

THE STRUGGLE IN THE NEAR EAST

AND THE

MUSLIM FEELING IN INDIA.

AN APPEAL TO THE BRITISH PUBLIC.

By ZAFAR ALI KHAN,
Editor of *The Zamindar*, Lahore, India.

As a citizen of that mighty Empire which has the unique distinction of claiming the allegiance of four hundred million Orientals, of whom fully one quarter are Musalmans, and as a British Indian Muslim who has the proud privilege of looking upon the Empire not as a purely alien institution destined to perish with the decline of British prestige, but as a political structure in whose stability Musalmans are as much interested as Englishmen, I feel it is time that I should describe to the great British public the extent to which the feelings of Muslim India are being exercised as a result of the merciless campaign of extermination against Muslim lands that commenced with the descent of Italy upon the Tripolitan Coast, and has culminated in the sanguinary horrors of Balkania. My object in these lines is to remind the people of Great Britain of their obligations towards the seventy millions of Musalmans whose devoted attachment to the person and throne of the British monarch, and whose admitted claim to be regarded as an important factor in determining the course of British Imperialism, should entitle them to a voice in the councils of the Empire. The Musalmans of India feel that as a part of that great whole which is called the British Empire they have a right to be heard on problems affecting the destinies of their brethren-in-faith abroad.

An Indian Muslim looks upon the British Government as a divine dispensation, and as such it inspires him with a feeling bordering on reverence. He also regards it as a tolerably fair substitute for a Muslim Government, and as such he expects it to discharge the functions which in his mind are associated with Muslim rule. To reconcile himself to the notion of perpetual British supremacy, which has come to be regarded by him almost in the nature of things, all that he requires is this: That the British Government should cultivate friendly relations with the surviving independent Muslim states, which in his case —such is the constitution of Muslim mind—supply the void created by the absence of a free and unfettered Muslim sovereignty in India.

امام کے ساتھ ایسا وابستہ کرو جیسے گاڑیاں انجن کے ساتھ اور پھر ہر روز دیکھو کہ ظلمت سے نکلتے ہو یا نہیں۔ استغفار کثرت سے کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔ وحدت کو ہاتھ سے نہ دو۔ دوسرے کے ساتھ نیکی اور خوش معاملگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ شُکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔ ''اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ دوں گا'' (ابراہیم، ۸) لیکن جو شُکر نہیں کرتا وہ یاد رکھے ''میرا عذاب بھی سخت ہے'' (ابراہیم، ۸) دیکھو یہاں کئی قسم کے چندے اور ضرورتیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چندوں کی کیا ضرورت ہے۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ ''اللہ کی راہ میں خرچ کرو'' (البقرۃ، ۱۹۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اگر تم اس پر عمل نہیں کرتے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ کئی قسم کی ضرورتیں درپیش ہیں۔ حضرت امام کی تعلیم کی اشاعت اور تبلیغ، مہمانوں کی خبرگیری، مکانات کی توسیع اور غریب طلباء کی مالی امداد ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی ضروریات ہیں۔ پس یہاں کی ضروریات کو پیش رکھ کر ان میں دینے کی کوشش کرو۔ صحابہ کی سوانح پڑھو تا تمہیں معلوم ہو کہ کیا کرنا پڑا تھا۔ تم جوان سے ملنا چاہتے ہو وہی راہ اور رنگ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس امر کی توفیق دے کہ ہم سچے مسلمان بنیں اور امام کے متبع ہوں۔ آمین (ماخوذ از خطبات نور، صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲)

(گزشتہ سے پیوستہ)

نوجوانوں کے لئے
بُنیادی تعلیمِ اسلام

ڈاکٹر زاہد عزیز

۶۳: مہربانی فرما کر مختصراً سورۃ فاتحہ کا مطلب بیان کریں؟

یہ مسلمانوں کی بنیادی دُعا ہے اور یہ معبدی کا مقصد ظاہر کرتی ہے۔

۱: سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا مالک ہے۔

۲: وہ رحمٰن ورحیم ہے۔

۳: یوم سزا وجزا کا مالک ہے۔

۴: اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی مدد کے طلبگار ہیں۔

۵: ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

۶: وہ راستہ جس پر وہ لوگ چلے جن پر تو نے انعام کیا۔

۷: وہ لوگ نہیں جن سے تو ناراض ہوا یا جو بھٹک گئے۔

۶۴: اس دُعا کے اہم نکات کیا ہیں جنہیں نوٹ کرنے کی ضرورت ہے؟

ہم دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہر وقت سیدھا راستہ دکھایا جائے تاکہ اس پر چلتے ہوئے ہم مسلسل اُن خوبیوں کو ترقی دیتے رہیں جو خدا نے ہمارے اندر رکھی ہیں۔ یہ سیدھا راستہ وہ ہے جس پر ہر زمانے کے متقی چلے ہیں اور جن کی سوانح ظاہر کرتیں ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں روحانی انعامات سے نوازا۔ یہ دُعا پڑھتے ہوئے ہم یاد رکھتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں اور اسلئے ہم دُعا کرتے ہیں کہ ہم غلط اعمال سے بچیں اور غلط عقائد سے بھی۔ اس سے انسان میں صراطِ مُستقیم پر چلتے ہوئے عاجزی بھی پیدا ہوتی ہے اور وہ تکبر وغیرہ سے بچ جاتا ہے۔

۶۵: نماز کے کچھ حصے عربی میں کیوں پڑھے جاتے ہیں؟

سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جب صلوۃ جماعت سے کی جاتی ہے تو امام کچھ حصے اونچی آواز سے پڑھتا ہے تاکہ سب نمازی اکٹھے عبادت میں حصہ لے سکیں۔ اسلام ایک بین الاقوامی مذہب ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ جماعت میں بہت سی مُختلف قوموں کے لوگ ہوں (جیسا کہ اُن نمازوں میں ہوتا ہے جو مغرب کے ممالک میں پڑھی جاتی ہیں)، عربی، وہ زبان جس میں قرآن نازل ہوا، کے استعمال سے سب عبادت میں شریک ہو سکتے ہیں۔ نماز میں استعمال ہونے والی عربی اصطلاحات جو ہر مسلمان کے لئے سیکھنا ضروری ہے وہ بڑی مُختصر اور آسان ہیں اور ایک بچہ بھی چند دِن میں اِنہیں سیکھ سکتا ہے۔ عربی کے استعمال کا مطلب ہے کہ جب حج پر جو مکہ سعودی عرب میں ہوتا ہے اور جہاں ساری دُنیا کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں تو سب مل کر عبادت کر سکتے ہیں۔

٦١: تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صلوۃ کا مقصد لوگوں کو ایک دوسرے کے نزدیک لانا ہے؟

جی ہاں۔ انسان کو خدا کے نزدیک لے جانے کے علاوہ صلوۃ انسانوں کو بھی ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے اور اُنہیں مساوات اور بھائی چارے کا سبق دیتی ہے۔ نمازی قطاروں میں کھڑے ہوتے ہیں، کندھے سے کندھا ملا کر، اور اُن میں نسل، رنگ، قوم، دولت، خاندان، رتبے وغیرہ کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔ وہ مل کر ایک جسم کی مانند عبادت کرتے ہیں۔ وہ خدا کے سامنے عاجز محسوس کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے بھائی۔ صلوۃ کے اختتام پر نمازی دائیں اور بائیں منہ پھیرتے ہیں اور دونوں طرف ہر انسان پر سلامتی اور امن کی دُعا کرتے ہیں۔ گویا وہ ساری دُنیا کے لئے سلامتی اور امن کی دُعا کر رہے ہیں۔ تو گویا صلوۃ کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو وہ خوبیاں حاصل کرنے کی ٹریننگ دی جائے جس سے دُنیا میں امن قائم ہو۔

(جاری ہے)

کیا قرآن کریم میں تضادات ہیں؟

ندیم قریشی

(نوٹ: یہ مضمون http://www.geocities.com/Athens/Crete/3152/ سے لیا گیا ہے۔ ندیم قریشی صاحب نے یہ ویب سائٹ مسلمانوں کے عام پر مانے گئے عقائد اور قرآن کریم کی تعلیمات میں تضاد ظاہر کرنے کے لئے قائم کی ہے۔ مصنف واضع کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی تضاد نہیں۔

مصنف نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ احمدی نہیں بڑا تردد کیا ہے۔ شروع ہی میں فرماتے ہیں: 'اس صفحے کا مصنف قادیانی نہیں۔ یہ قادیانی پر پیگینڈا نہیں'

ہمارا اس چیز سے کوئی واسطہ نہیں اس لئے کہ قرآن کریم کی صحیح تعلیمات کی تبلیغ کر کے وہ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ حضرت علیؓ کے الفاظ میں ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کیا کہا جا رہا ہے یہ نہیں دیکھنا کہ کون کہہ رہا ہے۔ اس لئے کہ

سچائی کو پانے کا صرف یہی ایک طریق ہے۔
وفات مسیح کا موضوع کئی وجوہات سے اہم ہے۔ اول تو یہ کہ اگر ہم یہ مانتے ہیں حضرت مسیح آسمان پر زندہ ہیں تو پھر قرآن کی تعلیم اور ہمارے عقائد میں تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے اس اعتراض کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد نے وفات مسیح پر صرف اس لئے زور دیا کہ وہ اپنا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ثابت کرسکیں۔ ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ اُن کے بعد تین نسلیں گزرنے کے بعد مسلمان حضرت صاحب نے قرآن کی جو تعلیم پیش کی ہے اُس کو ماننا شروع کر دیں گے چاہے وہ حضرت صاحب کے دعوں کو مانیں یا نہ مانیں۔ اور یہ مضمون اُس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ثبوت ہے۔)

جیسا ایمان مسلمان قرآن پر رکھتے ہیں وہ ایک عجیب کھچڑی اور تضادات سے بھرپور ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ جب مسلمان بائیبل کی بات کرتے ہیں تو وہ بائیبل کے تضادات کی بات کرتے ہوئے بڑے خوش ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں بائیبل میں اتنے تضادات ہیں کہ یہ الہامی نہیں یا یہ کہ اپنا الہامی ہونا انسانی اختلاط کی وجہ سے کھو چکی ہے۔ بہت سے علماء، جن میں احمد دیدت بھی شامل ہیں، اُنہوں نے بڑے بڑے عیسائی مبلغوں سے بحثیں کی ہیں جس میں اِسی نکتے پر زور دیا گیا ہے کہ بائیبل تضادوں سے بھری ہے۔

تو آئیں ہم تحقیق کریں کہ کیا ہماری الہامی کتاب، جس طرح ہم اس کا مطلب سمجھتے ہیں تضاد سے مبرا ہے۔ ہم جانتے ہیں ہماری الہامی کتاب ملاوٹ سے پاک ہے۔ اس میں صرف وہ الفاظ ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمائے۔ اور ہر مسلمان سمجھتا ہے کہ اللہ کی وحی میں تضاد نہیں ہوسکتا۔ اور یہ سچ ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن میں کوئی تضاد نہیں۔ سورۃ نساء میں لکھا ہے:

'پھر کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے' (۸۲)

ذاتی طور پر مجھے تو قرآن میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا لیکن جب میں کچھ دوسرے مسلمانوں سے بات کرتا ہوں یا علماء کی کتابیں پڑھتا ہوں، مساجد میں جو پڑھایا جاتا ہے وہ سُنتا ہوں یا اجماع کی باتیں سُنتا ہوں تو مجھے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو اس طرح بنا دیا ہے کہ یہ مہمل اور تضادات سے بھرا لگتا ہے۔

آج میں آپ کو قرآن میں ۲۵ کھلے تضادات دکھاتا ہوں جن کی بُنیاد مسلمانوں کے عقاید ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ عیسائی اس صفحے کا مواد پڑھیں اور مسلمانوں پر اِن تضادات کے بارے میں دھاوا بول دیں اور جواب میں مسلمان تسلی بخش جواب دیں جو کہ rational, logical اور تعلیم اسلام سے مُطابقت رکھتے ہوں۔

کیا مسلمان دروغ گوئی اور دھوکے کے استعمال کے بغیر عیسائیوں کے جواب دے سکیں گے؟ کیا وہ ہر تضاد کا حل نکال سکیں گے؟ مہربانی فرما کر یہ نہ کریں کہ ایک دو تضادوں کا حل نکال کر باقی چھوڑ دیں۔ شاید آپ سُکھ کا سانس لیں کہ کوئی عیسائی آپ سے ان سوالوں کے جواب کا مطالبہ نہیں کر رہا لیکن اب جبکہ آپ یہ الفاظ پڑھ چکے ہیں تو اب باقی زندگی آپ کے پاس صرف دو آپشن باقی ہیں۔

(۱) اِن مسائل کو نظرانداز کر کے یہ جان کر زندگی گزاریں کہ آپ کا قرآن تضاد سے بھرپور ہے۔

(۲) اِن مسائل کا حل تلاش کریں اور پھر پورے قرآن پر ایمان رکھیں

پیشتر اس کے کہ آپ اِن مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں میں آپ کے سامنے دو اصول رکھنا چاہتا ہوں۔ عیسائی دوست بھی اِن اصولوں کو سمجھ لیں۔

اصول ۱: اِن تضادات کا حل صرف اور صرف قرآن ہی سے ڈھونڈا جائے۔

اصول ۲: قرآن محکم ہے حدیث نہیں اسلئے قرآن کو حدیث پر فوقیت دی جائے۔

اگر آپ حدیث کو قرآن پر فوقیت دیں گے تو آپ یہ تضاد حل نہ کرسکیں گے۔ اور آپ جہاں سے چلیں گے وہیں کھڑے رہیں گے۔ عاشقینِ حدیث کو عرض ہے میں خود عاشقِ حدیث ہوں لیکن جوں میں حدیث اور قرآن میں تضاد پاؤں تو میں ایسی درجنوں احادیث رَد کر دیتا ہوں۔

شک وشبہ والی احادیث کو رد کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔ احادیث نبی کریم ﷺ کی زندگی میں جمع نہ کی گئی تھیں۔ اپنی زندگی میں نبی کریم ﷺ نے سختی سے احادیث قلمبند کرنے سے منع کیا تھا۔ مانے محدثین نبی کریم ﷺ سے دو تین نسل بعد پیدا ہوئے۔

امام بخاری	۱۹۴ھ تا ۲۵۶ھ
امام مسلم	۲۰۴ھ تا ۲۶۱ھ
ابوداؤد	۲۰۲ھ تا ۲۷۵ھ
ترمذی	۲۰۹ھ تا ۲۸۹ھ
نسائی	۲۱۰ھ تا ۳۰۳ھ
ابنِ ماجہ	۲۰۹ھ تا ۲۷۳

اِن محدثین کا اَنحصار انسانی یاداشت پر تھا دستاویزات پر نہیں۔ انہوں نے ہزاروں احادیث کو اکٹھا کرنے کا اور دوسری ہزاروں جو صحیح نہ لگتی تھیں اُنہیں رد کرنے کا بڑا اعلیٰ کام کیا۔ ہزاروں احادیث کو رد کر دیا جانا اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ جان بوجھ کر یا اتفاقاً اُن زمانوں کے لوگوں میں جھوٹی حدیثں گردش کر رہی تھیں۔ اس بات کا بھی ماننا پڑتا ہے کہ شاید اس طرح کچھ درست احادیث بھی چھوڑ دی گئی ہوں۔ لیکن اِسی طرح اس بات کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کچھ احادیث جو درست نہیں وہ اِن مجموعوں میں شامل ہوگئی ہوں۔

مسلمان خوفزدہ رہتے ہیں کہ حدیث رَد کر کے وہ خدا کے سامنے جوابدہ نہ بن جائیں۔ لیکن حدیث تو خدا تعالیٰ کی نازل کردہ نہیں۔ حدیث الہامی نہیں۔ مسلمان اکثر یہ بھول جاتے ہیں کہ الہامی کتاب صرف قرآن ہے۔ اگر وہ قرآن میں تضاد پیدا کرتے ہیں اور ایک آیت دوسری کو رَد کرنے لگتی ہے تو خدا تعالیٰ کے سامنے وہ اس بات کے تو یقیناً جوابدہ ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے تو قرآن سے مُتضاد کوئی تعلیم نہیں دی۔ کوئی بھی حدیث جو قرآن سے مُتضاد ہے وہ صحیح نہیں ہوسکتی۔ پھر سوچیں کہ جب ایک مسلمان اصرار کرتا ہے کہ ایک حدیث صحیح ہے تو وہ نبی کریم ﷺ نہیں بلکہ کچھ دیگر احباب کے اِس حدیث کے درست ہونے کے سرٹیفکٹ پر انحصار کر رہا ہے۔ نبی کریم نے بھی صحاح ستہ کے مجموعے کی تصدیق نہیں کی تھی۔

یہ تضادات میرے پیدا کردہ نہیں، دوسرے مسلمانوں کے پیدا کردہ ہیں اور یہ مسلمانوں کے عام طور پر مانے جانے والے عقائد کا نتیجہ ہیں۔

۲۵ تضادات جو اس عقیدہ نے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں قرآن کریم میں پیدا کئے ہیں

قرآن فرماتا ہے	عقائد کے ساتھ تضاد
۱: العمران آیت ۱۴۴ میں فرمایا نبی کریم ﷺ سے پہلے رسول گزر چکے ہیں۔ اور ساتھ ہی گزر چکنے کا مطلب بھی بتا دیا کہ مر چکے یا قتل کیے گئے	چونکہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اسلئے یہ آیت غلط ہوگی اور اس میں غلط معلومات دی گئی ہیں
۲: الانبیاء آیت ۸ میں فرمایا کہ ہم نے اُنہیں ایسے جسم نہیں دیئے جنہیں خوراک کی طلب نہ ہو اور وہ ہمیشہ رہنے والے نہیں	اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو پھر یہ آیت بھی غلط ہے۔
۳: یہ آیت یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ فانی جسم کو خوراک کی ضرورت ہے۔	اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو پھر انہیں اس دنیا کی خوراک کی ضرورت ہوتی ہوگی۔ ۲۰۰۰ سال سے اُنہیں یہ خوراک کون بھیجتا ہے؟
۴: اِسی سورت کی آیت ۷ میں فرمایا کہ وحی صرف مردوں کی طرف کی گئی۔	کوئی مرد ۲۰۰۰ ہزار سال زندہ نہین رہا تو پھر حضرت عیسیٰ کو یہ خدائی صفت کس طرح عطا کی گئی۔
۵: العمران ۵۵ میں فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف اُٹھاؤں گا	اب اگر حضرت عیسیٰ وفات سے پہلے اُٹھا لئے گئے ہیں تو پھر یہ آیت غلط ہے۔
۶: قرآن میں کوئی ۲۰ جگہ وفات کا مطلب موت دیا گیا ہے جیسا کہ 2:234; 2:240; 3:193; 4:15; 4:97; 6:61; 7:37; 7:126; 8:50; 10:46; 10:104; 12:101; 13:40; 16:28; 16:32; 16:70; 39:42; 40:67; 40:77; 47:27 وغیرہ	اگر العمران ۵۵ میں اس کا مطلب موت نہ لیا جائے بلکہ زندہ اُٹھا لینا لیا جائے تو لفظ وفات کا استعمال ایک شدید تضاد پیدا کر دیتا ہے۔
۷: النحل آیت ۷۰ میں فرمایا کہ جو کوئی بہت لمبی عرصہ زندہ رہے تو وہ خراب عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ وہ جو کچھ جانتا ہے اُس کو بھول جائے۔	اگر حضرت عیسیٰ نے ۲۰۰۰ برس بعد مبعوث ہو کر کوئی کارنامہ انجام دیا تو وہ اس آیت سے مُتضاد ہوگا۔
۸: الحج آیت ۵ میں فرمایا کہ اور کوئی تم میں سے وہ ہے جو نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے تاکہ علم حاصل کرنے کے بعد اُسے کچھ علم نہ رہے۔	اگر حضرت عیسیٰ واپس آتے ہیں تو اُن کی عمر ۲۰۰۰ سال سے زیادہ ہوگی تو اگر وہ کوئی کام کی بات کریں گے تو اس آیت کے خلاف ہو گی۔
۹: یٰسٓ آیت ۶۸ میں فرمایا کہ جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں اُسے بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں۔	توقع کی جاتی ہے کہ واپسی پر حضرت عیسیٰ ایک تندہی سے کام کرنے والے بالغ ہوں گے۔ لیکن یہ آیت اتنی لمبی عمر کے آدمی کے اس طرح کام کر سکنے کے مُتضاد کہتی ہے۔
۱۰: العمران ۴۶ میں فرمایا اور وہ لوگوں سے ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا۔	اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو النحل ۷۰، الحج ۵، یٰسٓ سے مُتضاد ہے۔
۱۱: العمران ۴۶ میں فرمایا کہ وہ ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرے گا۔	اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو پھر یہ بات پوری نہیں ہوئی اور اس طرح اس میں اور العمران ۵۵ میں تضاد ہے۔
۱۲: سورۃ بنی اسرآئیل ۷۷ میں فرمایا اور تو ہمارے طریق میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا	اگر حضرت عیسیٰ ۲۰۰۰ ہزار سال سے زندہ ہیں تو پھر اُنہوں نے خدا کے طریق سے دوسرا راستہ ڈھونڈ لیا ہے اس لئے کہ کوئی بھی انسان اتنی دیر زندہ نہیں رہا۔

۱۳: الروم آیت ۳۰ میں فرمایا اللہ کی پیدائش کو کوئی نہیں بدل سکتا۔

لیکن اللہ نے اپنی پیدائش خود بدل دی اور ایک آدمی کو ۲۰۰۰ سال زندہ رکھا

۱۴: الاحزاب آیت ۶۲ میں فرمایا کہ تو خدا کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔

اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو پھر خدا کے قانون میں تبدیلی ہوئی ہے اور یہ تضاد ہے۔

۱۵: سورۃ فاطر ۴۳ میں فرمایا سو تُو اللہ کے طریق میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور نہ تُو اللہ کے طریق کو ٹلتا ہوا پائے گا۔

اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو یہ کھلا تضاد ہے۔ اللہ تعالیٰ بار بار فرما رہا ہے کہ خدا کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں لیکن ایک زندہ عیسیٰ اس بیان کو کینسل کرتے ہیں۔

۱۶: سورۃ الفتح آیت ۲۳ میں فرمایا کہ اللہ کا قانون ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور تُو اللہ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔

خدائی قانون نے کبھی بھی کسی کو اتنا عرصہ زندہ نہیں رکھا لیکن حضرت عیسیٰ کو اتنا لمبا عرصہ زندہ رکھنے سے یہ آیت غلط ثابت ہوتی ہے۔

۱۷: سورۃ العمران آیت ۵۴ میں فرمایا میں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں

خدا تعالیٰ چونکہ ہر جگہ موجود ہے اس لئے اس جسمانی طور پر اُس کی طرف اُٹھائے جانا بےمعنی ہے۔ حضرت عیسیٰ کو اُٹھا کر جنت میں پہنچایا گیا ہے تو اس میں اور خدا کے ہر جگہ موجود ہونے میں تضاد ہے۔

۱۸: سورۃ العمران آیت ۵۴ میں فرمایا میں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں

لیکن خدا تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے اور اُس کا تو کوئی جسمانی وجود نہیں۔ تو اگر حضرت عیسیٰ کو جسمانی طور پر اُٹھایا گیا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کا جسمانی وجود ہوگا۔

۱۹: سورۃ العمران آیت ۵۴ میں فرمایا میں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں

عام طور پر مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ جنت میں زندہ موجود ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایک جسمانی وجود ہے اور آثار قدیمہ کے کسی بادشاہ کی طرح بیٹھا ہوا ہے۔

۲۰: سورۃ العمران آیت ۵۴ میں فرمایا میں تجھے اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں

اگر حضرت عیسیٰ کو جسمانی طور پر جنت میں خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھایا گیا ہے تو پھر خدا تعالیٰ ہر جگہ موجود نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ صرف جنت میں ہی ہے۔

۲۱: المائدہ آیات ۱۱۶ - ۱۱۷ میں فرمایا کہ حضرت عیسیٰ نے یہ تعلیم نہیں دی تھی کہ خدا کے علاوہ اُنہیں اور اُنکی والدہ کو خدائی میں شریک سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک وہ زندہ تھے تو اُنہوں نے ایسا نہیں کہا

اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو پھر عیسائیوں کا تثلیث پر ایمان نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے اس آیت میں تضاد ہے۔

۲۲: المائدہ آیات ۱۱۶ - ۱۱۷ میں فرمایا حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ اُنہیں علم نہیں کہ اُن کی وفات کے بعد کیا ہوا۔

جبکہ عیسائی تثلیث کو ماننے لگے ہیں تو پھر یہاں 'وفات' کا لفظ استعمال کرنا غلط ہے۔

۲۳: سورۃ الملک آیت ۳ میں فرمایا کہ خدا کی پیدائش میں کوئی اختلاف نہیں

اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو پھر یہ شدید اختلاف ہے۔

۲۴: سورۃ الملک آیت ۴ میں فرمایا کہ جتنا چاہو ڈھونڈو تمہیں خدا کی پیدائش میں کوئی اختلاف نہیں ملے گا

اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو اختلاف مل گیا ہے اور یہ تضاد ہے۔

۲۵: النسآء آیت ۸۲ میں فرمایا کہ اگر قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف ملتا

قرآن تو اللہ ہی کی طرف سے ہے لیکن حضرت عیسیٰ کے بارے میں غلط عقائد نے تضادات پیدا کر رکھے ہیں